۲۶ نومبر ۵۶

قاضی اطہر مبارکپوری

رسوائے زمانہ کتاب "رنگیلے لیڈرس" پر جو کچھ ہنگامہ ہونا تھا ہو چکا اور اس کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے آچکا، اب ہمین ٹھنڈے دل سے سوچنا ہے کہ ہندوستان مین رہ کر ہمین آئے دن کی ان مصیبتون سے کیسے نجات حاصل کرنا ہے اور یہ جو آزادی کے بعد توہین رسول ؐ کی بیہودگی ہوتی رہتی ہے اس کا صحیح علاج کیا ہے؟

حکومت اس معاملے مین پہلے ہی دن سے کہتی چلی آئی ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا قانون نہین ہے جس کی رو سے ان مذہبی دل آزاریون کو روکا جا سکے، مسلمانون کی تمام ترچیخ و پکار اور واویلا اس کے نزدیک اس لئے عبث ہے کہ وہ ایک سیکولر اسٹیٹ ہے جہان اس کے لئے کوئی ایسا قانون نہین ہے، ادھر مسلم عوام ہین کہ اس قسم کی بیہودگیون سے اب تنگ آچکے ہین اور روز روز کے تماشون سے اُن کا دل بھر چکا ہے، بس ان حالات مین اب کیا ہونا چاہیئے اور صورت حال کی ناگواری کو کیسے ختم کرنا چاہیئے، اس سلسلہ مین سب سے پہلے تو ہمین اپنی حکومت کی لامذہبیت پر تعجب ہوتا ہے جو ایک طرف دعویٰ کرتی ہے کہ یہان کے تمام مذاہب حکومت کی نظر مین برابر ہین اور حکومت کا کوئی خاص مذہب نہین ہے اور یہان کے تمام مذاہب اپنی روایات و خصوصیات اور امتیازات کی برقراری اور بقا مین ہر طرح آزاد ہین اور ان کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت کے سر ہے، مذاہب تو مذاہب چھوٹی سے چھوٹی اقلیت کی تہذیب اور کلچر کی نگرانی حکومت کے فریضہ مین داخل ہے، اور دوسری طرف حال یہ ہے کہ اس حکومت کے پاس اب تک ایسا کوئی قانون ہی نہین ہے جس کی رو سے مذہبی پیشواؤن اور دینی شخصیتون کی توہین کی بندش ہو سکے، اور یہان کے مذاہب کی خصوصیات و روایات کو بچایا جا سکے، حالانکہ ہم سمجھتے ہین کہ جس دن یہان کی حکومت سیکلر ہوئی تھی، اسی دن لازمًا یہ قانون بھی بن گیا تھا کہ یہان کسی کے مذہب پر حملہ کرنا، کسی کی تہذیب کو مٹانا اور ہندوستانی عوام کے کسی بھی مسلمہ بزرگ کی توہین کرنا سیکلر اسٹیٹ سے بغاوت کے مرادف ہے اور اس کی سزا وہی ہے جو بغاوت کی ہوتی ہے، مگر ارباب حکومت کہتے ہین کہ بات یہ نہین ہے، اور اس سیکلر اسٹیٹ مین دنیا کی عظیم تر شخصیتون کی ناموس سے کھیلنے کے خلاف کوئی قانون ہی نہین ہے، اگر یہ بات ہے تو پھر حکومت کیون نہین ایسا کرتی کہ اس کے قانون کی جس سطر مین سیکلر اسٹیٹ لکھا ہوا ہے، اسی کے بعد ایک سطر مین یہ تشریح کر دے کہ اس لامذہبی حکومت مین کسی مذہب کے خلاف گندگی اچھالنا حکومت کی بنیاد کے خلاف ہے اور اس کی سزا یہ ہے،

اور اگر حکومت ایسا نہیں کرتی ہے تو پھر چونکہ یہان پر یہ حرکت اسلامی روایات کے ساتھ اکثر کی جاتی ہے اس لئے

لوک سبھا کے تمام مسلم ممبران ملکر کوئی ایسا قانون پیش کریں جو روز روز کی بیہودگی کو رد کر دے اور یہاں کی سیکولر اسٹیٹ صحیح معنوں میں سیکولر اسٹیٹ بنے،

یہ بیچارے جو ہر آڑے وقت میں مشترکہ بیان دیدیا کرتے ہیں، کیا اُن کی طرف سے کوئی اس قسم کا مسودہ قانون نہیں پیش کیا جاسکتا، کیا جمعیۃ علماء ہند قاضی بل اور وقف بل کی طرح کوئی ایسا بل پیش کرے تو کام نہیں چلے گا؟ ہمیں سو فیصدی یقین ہے کہ اگر صرف مسلمانوں ہی کی طرف سے کوئی ایسا بل پیش کیا جائے تو بہت سے انصاف پسند، شریف اور ذمہ دار غیر مسلم ہمارا ساتھ دیں گے، جیسا کہ منحوس کتاب "ریلیجس لیڈرس" کے خلاف اور اس سے پہلے بھی ان حضرات نے کھل کر بڑی فراخدلی اور ایمانداری سے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، یہ تازہ مشاہدہ کہہ رہا ہے کہ اگر تمام مسلم ممبران، یا جمعیۃ علماء اس قسم کا کوئی بل پیش کرے تو ملک کا اچھا طبقہ ساتھ دے گا، ہمارے خیال میں اس اقدام میں نہ گردن کاٹے جانے کا ڈر ہے اور نہ حکومت کے خلاف کوئی بغاوت ہے بلکہ ملک اور عوام دونوں کی خیرخواہی ہے،

جب حکومت اس قسم کی روز روز کی ہنگامہ آرائی سے عاجز آکر منافرت پھیلانے والے اخبارات کے لئے قانون بنانے کا ارادہ کرچکی ہے اور عنقریب اس سلسلہ میں قدم اٹھانے والی ہے تو پھر کیوں نہ اس کے ساتھ ہی یہ کام بھی کرلیا جائے تاکہ حکومت کی طرح عوام کو بھی آئے دن کی بیہودگی، باہمی منافرت اور کشت و خون سے نجات مل جائے،

ایک شکل یہ بھی ہے کہ جب حکومت منافرت پھیلانے والے اخبارات کے لئے قانون بنائے تو اسی میں ایسی ترمیم کرائی جائے جسکی رو سے یہ بیہودگی بھی بند ہوجائے، اگر ہمیں اس ملک میں اپنا ملک سمجھ کر رہنا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ چلنا ہے تو ان بیہودگیوں کا بند ہونا ضروری ہے، اور یہ ذمہ داری حکومت کی ہے جس کی نظر میں تمام مذاہب برابر ہیں اور سب کی خصوصیات کی نگرانی اس کا فرض ہے اگر وہ قانون نہیں بناتی ہے تو ہمیں بڑھ کر اسے احساس دلانا ہے ہے، اور ملک میں امن و امان کی بحالی اور عوام میں میل جول پھیلانے کے لئے پیشوایان مذاہب کی توہین کی بندش کا قانون بنوانا چاہیئے،

مصر کی نہر سویز ایک سو سے کچھ زائد میل کی ایک نہر ہے جو بحر احمر کو بحر روم سے ملاتی ہے اور جس کی وجہ سے چند گھنٹوں میں مشرق و مغرب کا سلسلہ قائم ہوجاتا ہے، یورپ اور امریکہ سے بحری جہازوں کی آمد و رفت اسی نہر سے ہوتی ہے، اس نہر سے پہلے بحر روم کے جہاز راس امید کا چکر کاٹ کر تین ہزار سے زائد بحری سفر کرتے تب کہیں جاکر ان کو بحر احمر کا نشان ملتا تھا، یہ نہر باقاعدہ طور سے ۱۸۵۴ء میں بننی شروع ہوئی، مگر اس کا تصور بہت پرانا ہے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں اپنی گورنری زمانہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ارادہ کیا تھا کہ بحر روم اور بحر احمر کو ایک نہر کے ذریعہ ملادیا جائے، دربار خلافت سے اس بارے میں اجازت اور مشورہ بھی طلب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایمانی بصیرت، اور روحانی دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اس کی اجازت نہیں دی بلکہ ان کو لکھ بھیجا کہ اگر بحر روم کو بحر احمر سے نہر کے ذریعہ ملادیا جائے گا تو رومی نصاریٰ مسجد حرام سے

مسلمانوں کو اچکنا شروع کر دیں گے، اس اندیشہ کی بنا پر نہر کی کھدائی نہیں کی گئی مگر گذشتہ صدی میں برطانیہ، فرانس امریکہ اور یورپ کی دوسری طاقتوں نے مصر کو ساتھ لے کر نہر سویز تیار کیا، ۱۸۸۸ء میں اس بارے میں قسطنطنیہ میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے یہ نہر ملک مصر کی ملکیت قرار پائی اور یہ کہ حکومت مصر کے قوانین اس پر بھی لاگو ہوں گے، چنانچہ اسی زمانہ سے اب تک مصر کی غلامی کی طرح نہر سویز پر بھی غلامی کا سایہ رہا، اور مصر کو برائے نام سویز کمیٹی میں رکھا گیا، یہاں تک کہ ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء کو وہ تاریخی دن آیا جب کہ موجودہ مصری حکومت نے نہر سویز کو قومی ملکیت قرار دینے کا اعلان کر دیا،

ہمارے خیال میں نہر سویز کے معاملہ نے مشرق و مغرب کے بہت سے مخفی حقائق کو اجاگر کر دیا ہے، اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ عرب ممالک اور مشرقی حکومتیں مغربی ممالک کے مقابلہ میں کیا سے کیا ہو گئی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ الجزائر سے لے کر انڈونیشیا تک زندگی ہی زندگی نظر آ رہی ہے، اور ہر طرف اعتماد و خودشناسی مسکرا رہی ہے،
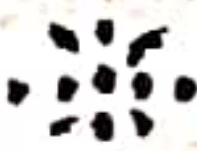
پاکستان کی جماعتِ اسلامی کے امیر مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی اس سال حج کے لئے تشریف لے گئے تھے، ساتھ ہی آپ نے کئی عربی ممالک کا دورہ فرمایا، واپسی پر موصوف نے یہ بیان دیا ہے،

"بھارت کا حال یہ ہے کہ عربوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور انھیں اپنے نقطۂ نگاہ سے متفق کرنے کے لئے وہ ہر تدبیر کر رہا ہے، تمام عرب ممالک میں اس نے اپنے بہترین آدمیوں کو سفارتی عہدوں پر مقرر کیا ہے جو پوری محنت اور جانفشانی سے ساتھ اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں، حج کے بارے میں بھارت اور پاکستان کی حکومتوں کے طرزِ عمل نے بھی عرب دنیا میں ہمارے مقابلہ میں بھارت کی عزت اور ساکھ میں اضافہ کیا ہے، بھارت سے جتنے لوگ جب چاہیں ایک سادہ سی درخواست دیکر حج کے لئے جا سکتے ہیں، اور یہاں قرعہ اندازی کا اڑنگا لگا ہوا ہے، بھارت سے جانے والے حاجیوں کو کرایہ آمد و رفت کے علاوہ ڈک پر سفر کرنے کی صورت میں ۴۲ سو روپیہ لے جانے کی اجازت ہے، اور فرسٹ کلاس یا ہوائی جہاز پر سفر کرنے کی صورت میں ۴۴ سو روپیہ لے جانے کی اجازت ہے اور اگر وہ حجاز میں کسی کارِ خیر پر خرچ کرنے کے لئے زیادہ لے جائیں تو خاص اجازت لیکر لے جا سکتے ہیں لیکن پاکستان کی حکومت فرسٹ کلاس اور ہوائی جہاز پر جانے والے حاجی کو بھی ۱۲ سو روپیہ سے زیادہ نہیں لیجانے دیتی"

حج کے بارے میں مولانا مودودی نے جن باتوں کو بیان کیا ہے وہ بھی اپنی جگہ تسلیم، واقعہ یہ ہے کہ حکومت ہند بڑی حوصلہ مندی سے حج اور حجاج کے کاموں میں دلچسپی لے رہی ہے

افسوس کہ گذشتہ دنوں مسلمانوں کی دو عظیم شخصیتیں دنیا سے چلی گئیں، ایک مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی اور دوسرے مولانا نور الدین صاحب بہاری، یہ دونوں حضرات اپنی اپنی خصوصیتوں کے اعتبار سے مسلمانانِ ہند میں اہم مقام رکھتے تھے، ان دونوں نے علم دین اور سیاست ملکی کو اس طرح ساتھ رکھا کہ زندگی بھی اسی امتزاج میں بسر کر دی، مگر علم اور سیاست سے اس طرح وابستہ رہی کہ کسی پر حرف نہیں آیا بلکہ دوسروں کے لئے نمونہ بنکر رہے، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین،